دعوی: ہندومت اور اسلام میں
فقہ اسلامی اور منو دھرم شاستر کا تقابلی مطالعہ

Lawsuit in Hinduism and Islam
Comparative Study of Fiq'h Islami and Manū Dharam Shāstra

ڈاکٹر رشاد احمد [*]
ڈاکٹر مرسل فرمان [**]

ABSTRACT:

Fiqh Islami or Islamic Jurisprudence is Muslim sacred law based on primary Islamic sources i.e. Quran and Sunnah and which provides code of conduct to Muslims in all spheres of life. Manu Dharam Shastra or laws of Manu is one of the standard books of Hindu religious law. This article aims at comparative study of 'lawsuit in Hinduism and Islam' in light of Fiqh Islamic and Manu Dharam Shastra.

تمہید

جب بھی کہیں دو یا زیادہ افراد کے درمیان کسی چیز کی ملکیت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو تو یہ اختلاف صرف دو یا زیادہ افراد پر رکتا نہیں ہے بلکہ یہ دو خاندانوں، قبیلوں یا معاشروں کے اختلاف کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور نتیجتاً پورے معاشرہ میں جنگ کی آگ پھیل سکتی ہے۔

---

[*] اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی۔
[**] اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

پھیل سکتی ہے۔

لہٰذا معاشرہ کو جنگ کے فساد سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا ادارہ ضرور موجود ہو جو ان مسائل کو غیر جانبدارانہ طور پر حل کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ محکمہ قضاء ہی وہ ادارہ ہے جو یہ فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

فریقین کے درمیان جب کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو بالعموم ایک فریق کسی ایسی چیز کا دعویدار ہوتا ہے جو دوسرے فریق کے قبضہ میں ہو۔ پس محکمہ قضاء کی اہم ذمہ داریوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ دعوی، مدعی، مدعا علیہ، مدعا، وغیرہ سے متعلق تمام ضروری معلومات سے واقف ہو۔

مقالہ ہذا، ہندومت اور اسلام میں دعوی، مدعی، مدعا علیہ، مدعا وغیرہ سے متعلق تعلیمات کا تقابلی مطالعہ فقہ اسلامی اور ہندو قانون کی مشہور کتاب "منودھرم شاستر" کی روشنی میں کرتا ہے۔

دعوی کے لغوی معنی:

(دعوی) عربی زبان کا اسم ہے اور مصدر (ادّعاء) سے ماخوذ ہے۔ جس کا فعل (ادّعی یدّعی) ہے۔ عربی گرامر کے لحاظ سے یہ معتل کی قسم ناقص واوی ہے، ثلاثی مجرد ہے اور باب نصر سے ہے۔ یہ لفظ متعدد معانی میں مستعمل ہے مثلاً (طلب وتمنا کرنا)۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں آتا ہے: ﴿لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ﴾[1] یعنی ﴿ان کے لئے اس میں پھل ہیں اور وہ کچھ جو وہ چاہیں﴾۔ اسی طرح یہ دعاء کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے: ﴿دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[2] یعنی ﴿ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی "سبحان اللہ" اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا "السلام علیکم" اور ان کی اخیر بات یہ ہوگی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے﴾۔[3]

(دعوی) اردو زبان کے لفظ (دعوے) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس سے مراد ایسی بات یا قول ہوتا ہے جو حجت ودلیل سے مبرہن نہ ہو کیونکہ ایسے دعوے کو حق کہتے ہیں نہ کہ دعوی۔ دعوی کرنے والے کو مدعی کہتے ہیں۔[4]

دعوی کے اصطلاحی معنی:

(دعوی) اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: (قول يطلب به الانسان اثبات حقٍّ على الغير في مجلس القاضي او المحكَّم) یعنی (دعوی وہ قول ہے جس کے ذریعے ایک شخص دوسرے شخص پر قاضی یا فیصلہ کرنے والے کی مجلس میں حق کو ثابت کرے)۔[5]

دعوی کے ارکان:

جمہور فقہاء کے نزدیک دعوی کے ارکان درج ذیل ہیں:

۱۔ مدعی: دعوے دار یعنی دعوی کرنے والا۔

۲۔ مدّعَی علیہ: وہ شخص جس پر دعوی کیا گیا ہو۔

۳۔ مدّعَی:

۴۔ اور وہ قول جو مدعی سے اپنے یا کسی اور کے حق کی طلب کی غرض سے صادر ہوتا ہے۔[6]

دعوی وہ قابلِ قبول تعبیر ہے جو کسی انسان سے مجلسِ قضاء میں اپنے یا اس شخص کے حق کی طلب سے صادر ہو جس کی وہ نمائندگی کر رہا ہو۔ مثلاً کوئی شخص یوں کہے: "میرے فلان پر اتنے ہیں" یا "میں نے فلاں کا حق ادا کر دیا" یا "اس نے مجھے اپنا حق چھوڑ دیا" وغیرہ۔ البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ آیا دعوی صرف کوئی کہی، لکھی یا اشارہ کی گئی طلبی تعبیر ہے یا دعوی اس تعبیر کا مدلول و مقصود ہے اور یا دونوں کا مجموعہ ہے۔[7]

مدعی اور مدعی علیہ کی تعریف:

فقہاء کے مابین مدعی اور مدعی علیہ کی تعریف کے سلسلے میں اختلاف رونما ہوا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بعض کے نزدیک مدعی وہ ہے جو اگر خصومت سے دستبردار ہو جائے تو اس کو اس کے جاری رکھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ جبکہ مدعا علیہ وہ ہے جو اگر جوابِ دعوی داخل نہ کرے تو اس کو اس پر مجبور کیا جائے گا۔ (المدعی من اذا ترک الخصومة لایُجبر علیها والمدعی علیه من اذا ترک

الجواب یُجبر علیہ)[8]

۲۔　بعض کے نزدیک مدعی وہ ہے جو دوسروں کے مقابلہ میں اپنے لئے کسی چیز کسی دَین یا کسی حق کو طلب کرے اور مدعا علیہ وہ ہے جو اپنے لئے اس کے حق کا دفاع کرے۔ (المدعی من یلتمس قِبَل غیرہ لنفسہ عیناً أو دیناً أو حقاً والمدعی علیہ من یدفع ذلک عن نفسہ)[9]

۳۔　بعض یہ کہتے ہیں کہ مدعی و مدعا علیہ کے تعین کے سلسلے میں یہ دیکھنا چاہئے کہ فریقین میں سے کونسا فریق انکاری ہے۔ پس انکاری مدعا علیہ اور دوسری شخص مدعی ہو گا۔ (یُنظر الی المتخاصمین ایہما کان منکراً فالآخر یکون مدعیاً)

۴۔　بعض مدعی اسے گردانتے ہیں جو کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں موجود کسی چیز کو اپنا قرار دے اور مدعا علیہ وہ ہے جو اپنے قبضہ میں موجود چیز کو اپنا بتائے۔ (المدعی من یُخبِر عما فی ید غیرہ لنفسہ والمدعی علیہ من یُخبِر عما فی ید نفسہ لنفسہ فینفصلان بذلک عن الشاہد والمقر والشاہد من یخبر عما فی ید غیرہ لغیرہ والمقر من یخبر عما فی ید نفسہ لغیرہ)۔[10]

۵۔　بعض کے نزدیک مدعی وہ ہے جو بغیر کسی دلیل و ثبوت کے کسی چیز کا مستحق قرار نہ پائے اور مدعا علیہ وہ ہے جو بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے محض اپنے بیان کی بنیاد پر کسی چیز کا مستحق بنے۔ (المدعی من لا یستحق الا بحجۃ والمدعی علیہ من یکون مستحقاً بقولہ من غیر حجۃ)

۶۔　مدعی وہ ہے جو ظاہری صورتِ حال کے علاوہ کسی اور صورتِ حال کا علمبردار ہو جبکہ مدعا علیہ وہ ہے جو ظاہری صورت حال کو قرار دیتا ہو۔ (المدعی من یتمسک بغیر الظاہر والمدعی علیہ من یتمسک بالظاہر)

۷۔　مدعا علیہ وہ ہے جو انکاری ہو۔ (المدعی علیہ ہو المنکر)[11]

۸۔　مدعی وہ ہے جو اپنے ارادہ و اختیار سے (عدالت میں) اپنی بات کہے اور مدعا علیہ وہ ہے جو مجبوراً اس کا جواب دے۔
(المدعی من لا یجبر علی الخصومۃ اذا ترکہا والمدعی علیہ من یجبر علی الخصومۃ)

۹۔　بعض کے نزدیک مدعی وہ ہے جو ثابت کرے اور مدعا علیہ وہ ہے جو (مدعی کے دعوے کا) انکار کرے۔ (المدعی من یثبت والمدعی علیہ من ینکر)۔[12]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں مسلمانوں کو ایک اعلیٰ اصول فراہم کیا ہے جو مختلف الفاظ کے ساتھ کتبِ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (البینۃ

علی المدعَی والیمین علی المدعی علیه) یعنی (ثبوت کی فراہمی مدعی کے ذمہ اور قسم کا بار مدعا علیہ پر)۔[13] اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: (المدعی علیه أولی بالیمین اذا لم تکن بینة) یعنی (ثبوت کی عدم موجودگی کی صورت میں مدعا علیہ کو قسم کھانی چاہئے)۔[14] ایک دوسرے موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا: (البینة علی من ادعی والیمین علی من أنکر الا فی القسامة) یعنی (ثبوت پیش کرنا دعویدار کی ذمہ داری ہے جبکہ قسم کھانا اس کی ذمہ داری ہے جو دعوی کی صحت کا منکر ہو، لیکن قسامت اس سے مستثنی ہے)۔[15]

درج بالا احادیث میں اگر غور کیا جائے تو بات کی گہرائی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ کیونکہ مدعی ایک ایسی چیز کا دعوی کرتا ہے جو نظروں سے پوشیدہ اور اوجھل ہوتی ہے۔ پس ایسی مخفی چیز کو لوگوں کے سامنے لانا مدعی کا ہی کام ہے اور ایسا کرنا ثبوت ہی کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔

جبکہ مدعا علیہ کا معاملہ مدعی کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ مدعا علیہ موجود اور ظاہری صورتِ حال کو حق بجانب قرار دیتا ہے۔ نیز ظاہری طور پر اس کا قبضہ بھی ہوتا ہے۔ اس لئے قسم کو مدعا علیہ کی دلیل کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے۔[16]

مدعی و مدعا علیہ کے درمیان تمیز کی ضرورت واہمیت:

قاضی کی ایک نہایت اہم ذمہ داری مدعی و مدعا علیہ کے درمیان فرق و تمیز کرنا بھی ہے کیونکہ مدعی و مدعا علیہ کی ذمہ داریاں الگ الگ ہیں۔ شریعت نے مدعی پر ثبوت فراہم کرنے کی ذمہ داری و بوجھ ڈالا ہے جبکہ مدعا علیہ پر صرف قسم کھانا ہی ہوتا ہے۔ پس مدعی و مدعا علیہ کی عدم معرفت کی وجہ سے قاضی غلطی کرتے ہوئے مدعا علیہ پر مدعی کا بوجھ ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: جس شخص نے مدعی و مدعا علیہ کے درمیان تمیز کرنا جان لیا اس پر ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرنا مشکل اور ملتبس نہیں ہوگا۔

ثبوت فراہم کرنے کی ذمہ داری مدعی پر اس وجہ سے ڈالی گئی ہے کیونکہ وہ کمزور فریق ہے اور اپنی بات سے حالتِ مستقر کی تبدیلی چاہتا ہے۔ مدعی پر دلیل قائم کرنے کا بوجھ اس وجہ سے ڈالا گیا ہے کیونکہ اس کا دعوی کسی بھی ایسے سبب سے خالی ہوتا ہے جو اس کی صداقت پر دلالت کرے۔

جبکہ مدعا علیہ پر صرف قسم کھانا ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس مدعی کے بر عکس ایک ایسا سبب موجود ہوتا ہے جو اس کی صداقت پر دال ہوتا ہے اور وہ اس کا قبضہ ہوتا ہے اور یا یہ کہ انسان کی اصل حالت بری الذمہ ہونے کی ہے۔[17]

شروط دعوی:

دعوی کی صحت کے لئے جملہ شروط ہیں جن میں سے بعض کا تعلق مدعی کے قول صادر، بعض کا مدعی ومدعا علیہ، بعض کا مدعا بہ، جبکہ بعض کا رکن دعوی سے ہے۔

أ۔ مدعی کے قول صادر سے متعلق شروط:

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ دعوی باہم متناقض نہ ہو یعنی اس سے قبل مدعی نے کوئی ایسا دعوی یا اقدام نہ کیا ہو جو اس موجودہ دعوی سے متصادم ہو۔ کیونکہ کسی ایسی چیز کا وجود ممکن نہیں جس سے متصادم کوئی اور چیز موجود ہو۔ مثلاً کسی شخص نے اپنے قبضہ میں موجود کسی چیز کے بارے میں یہ اقرار کر لیا کہ یہ فلاں کی ہے اور قاضی نے بھی اس کے بارے میں فیصلہ کر کے وہ چیز فلاں کو دے دی تو اب اس شخص کو اسی چیز کے بارے میں یہ دعوی کہ یہ چیز اس نے کسی اور شخص سے خریدی تھی تو ایسا دعوی قابلِ قبول نہ ہو گا اور نتیجۃً اس کی سماعت نہ ہو گی۔[18]

۲۔ دعوی ایسی عبارت میں ہونا چاہئے جس میں قطعیت ہو اور شک، شبہ وتردد کی گنجائش نہ ہو۔ دعوی اس قسم کی عبارت سے صحیح نہ ہو گا جیسے: کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یہ گمان ہے کہ میرے فلاں شخص پر مبلغ اتنے اتنے روپے ہیں۔ البتہ اس سے تہمت کے دعوے مستثنی ہیں کیونکہ تہمتوں کی بنیاد ہی گمانوں وشکوک وشبہات پر ہوتی ہے۔[19]

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی اپنے دعوے میں اپنے اس حق کا ذکر کرے جس کا وہ مدعا علیہ سے مطالبہ کر رہا ہے۔ البتہ اس شرط میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ دعوی عین مدعی کی زبان میں ہو۔ لیکن اس شرط کے قائل صرف امام ابو حنیفہ ہیں کیونکہ ان کے نزدیک قابلِ قبول عذر کی عدم موجودگی کی صورت میں توکیل جائز نہیں۔ جبکہ جمہور فقہاء توکیل کے قائل ہونے کی وجہ سے اسے شرط قرار نہیں دیتے۔[20]

۵۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ مدعی اپنے دعوے میں یہ ذکر کرے کہ وہ جس چیز کا دعوی کر رہا ہے وہ اس کے مقابل فریق کے قبضہ میں ہے۔[21]

ب۔ مدعی ومدعا علیہ سے متعلق شروط:

مذاہبِ اربعہ کے نزدیک مدعی ومدعا علیہ سے متعلق شروط ایک نہایت تفصیل طلب مسئلہ ہے جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ فقہاء کے نزدیک دونوں فریقوں میں دو شروط ہیں:

ا۔ شرطِ اہلیت

۲۔ شرط صفت

ا۔ شرطِ اہلیت:

چونکہ دعوی اور جوابِ دعوی ایسے تصرفات میں شامل ہیں جن پر شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں تو جملہ فقہاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ مدعی ومدعا علیہ دونوں کا شرعی تصرفات کے قیام کا اہل ہونا چاہئے۔ اور اگر ان میں اہلیت تصرف نہ ہو تو ان کے شرعی نمائندہ ولی یا وصی ان کے حق کا مطالبہ کرے گا۔

احناف مدعی ومدعا علیہ دونوں کے لئے کامل اہلیت کی شرط نہیں لگاتے بلکہ ناقص اہلیت پر اکتفا کرتے ہیں۔ جبکہ مالکی صرف مدعی کے حق میں ایسا کرتے ہیں لیکن مدعا علیہ کے لئے سن رشد کی شرط لگاتے ہیں۔ جبکہ شوافع بعض احوال میں کمال اہلیت کی شرط نہیں لگاتے جبکہ بعض حالات کا وہ بھی استثناء کرتے ہیں۔[22]

۲۔ شرطِ صفت:

شرطِ صفت کا مطلب یہ ہے کہ مدعی ومدعا علیہ دونوں دعوی کردہ قضیہ کے بارے میں سنجیدہ ہوں اور اس میں دلچسپی لیتے ہوں اس طرح یہ بھی کہ شارع اس کی سنجیدگی کی نوعیت کا اعتراف کرے اور اسے اس طرح کافی سمجھے کہ مدعی کو دعوے کا حق دے اور مدعا علیہ پر اس کے جواب کی ذمہ داری ڈالے۔[23]

مدعی بہ کی شروط:

مدعی بہ سے مراد وہ چیز ہے جس کا دعوی کیا جا رہا ہے۔ اس کی شروط درج ذیل ہیں:

۱۔ مدعی بہ کو ایک معلوم چیز ہونا چاہئے:

اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ مدعی، مدعا علیہ اور قاضی کے ذہن میں مدعی بہ اچھی طرح واضح ہو۔ کیونکہ ایک غیر معلوم اور انجانی چیز پر نہ تو گواہی دی جا سکتی ہے اور نہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ مدعی اپنے دعوی میں کوئی ایک چیز مراد لے رہا ہو جبکہ مدعا علیہ کے یا قاضی کے ذہن میں وہ کچھ اور ہی ہو۔

مدعی بہ اگر کوئی متعین چیز ہے تو وہ یا تو منقول ہے اور یا غیر منقولہ۔ اگر وہ کوئی منقولہ شیء ہے تو اس کو عدالت میں پیش کرنا ضروری ہے تاکہ دعوی اور گواہی کے وقت اس کی طرف اشارہ کرکے بتایا جا سکے اور اس کی نوعیت معلوم ہو سکے۔ البتہ اگر وہ کوئی ایسی چیز ہے جو لائی تو جا سکتی ہے لیکن اس کا لانا بہت مشکل ہے جیسے کوئی پن چکی، تو اب یہ قاضی پر ہے چاہے تو حاضر کرنے کا حکم دے اور چاہے تو کوئی دیانتدار شخص معائنہ کے لئے بھیج دے۔ اور اگر یہ کوئی غیر منقول چیز ہے تو اس کی حدود کا تعین ضروری ہے کیونکہ جائیداد اس وقت تک معلوم و متعین نہیں ہو سکتی جب تک اس کی حدود نہ بیان کی جائے۔[24]

۲۔ مدعی بہ قابلِ ثبوت ہو:

فقہاء کے نزدیک ایسا دعوی کرنا صحیح نہیں ہے جس کا عرف وعادت میں ثابت کرنا ممکن نہ ہو جیسے اپنے مساوی یا زیادہ عمر والے کے بیٹے ہونے کا دعوی کرنا، یا نیکی و تقوی میں مشہور شخص کے بارے میں یہ دعوی کرنا کہ اس نے اس کا مال غصب کیا ہے.

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی بہ حق ہو اور حقیقت میں نفع دینے والا ہو۔ اسی شرط کی بنیاد پر دعوی ان حالات میں رد کیا جا سکتا ہے جیسے کسی عورت کا کسی مردہ شخص کی بیوی ہونے کا دعوی کرنا لیکن اس کی میراث میں حصہ یا مہر مؤخر کا مطالبہ نہ کرنا وغیرہ۔[25]

مقدمات قابلِ دعوی:

صحت کے لحاظ سے دعوؤں کو دو لحاظ سے تقسیم کیا جاتا ہے:

أ۔ کہ کتنا کوئی دعوی شریعت کی مقرر کردہ شرائط پوری کرتا ہے۔

ب۔ جس چیز کا دعوی کیا گیا ہے اس میں تنوع اور اختلاف۔

درج بالا دو نقاط کو اگر مدنظر رکھا جائے تو دعوؤں کو تین قسموں میں بانٹا جا سکتا ہے:

ا

۔　　صحیح دعوے:

یہ وہ دعوے ہیں جو اپنی تمام شرائط پوری کریں اور ان میں شریعت کی مطلوبہ شرائط موجود ہوں۔ دعووں کی شرائط کے بارے میں پہلے بحث ہو چکی ہے کہ بعض شرائط دعوی، بعض مدعی، بعض مدعا علیہ وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر ایسی تمام شرائط پوری ہوں تو ایسے دعووں پر تمام احکامات مرتب ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

۱۔　　مدعی کے مخالف کو عدالت آنے کی تکلیف دینا۔

۲۔　　اس کے آنے پر اس سے جواب طلب کرنا۔

۳۔　　اگر مدعا علیہ منکر ہو تو مدعی سے ثبوت طلب کرنا۔

۴۔　　اگر مدعی ثبوت فراہم کرنے سے عاجز آئے تو مدعا علیہ سے قسم کھانے کا مطالبہ کرنا۔

۲۔　　فاسد دعوے:

دعووں کی دوسری قسم وہ ہے جنھیں فاسد دعوے کہا جاتا ہے۔ یہ وہ دعوے ہیں کہ جو اگرچہ صحیح الاصل ہوں یعنی ان میں اپنی تمام بنیادی شروط پائی جائیں البتہ ان کے خارجی اوصاف میں خلل ہو یا بعض ایسے فرعی پہلوؤں میں خلل ہوں جن کی اصلاح ممکن ہو جیسے ایک شخص کسی دوسرے شخص پر ایک ایسے قرضہ کا دعوی کرے جس کی مقدار متعین نہ ہو یا ایسی زمین میں حق کا دعوی کرے جس کی حدود مقرر نہ ہوں۔

دعووں کے فاسد ہونا ان دو میں سے ایک شرط کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے:

أ۔　　مدعی بہ پوری طرح معلوم نہ ہو۔

ب۔　　مدعی سے دعوے کے لئے صادر ہونے والے قول میں کوئی نقصان ہو مثلاً شک وگمان وخیال جیسے الفاظ استعمال کرے جن میں قطعیت کا نقصان ہو۔

ان صورتوں میں دعوی پوری طرح رد نہیں ہوتا بلکہ اسے اپنے دعوے کی اصلاح کی تلقین کی جاتی ہے۔ اگر وہ ایسا کر سکے تو اس کے دعوے کی سماعت ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

۳۔　　باطل دعوے:

دعووں کی تیسری قسم باطل دعوے ہیں۔ یہ وہ دعوے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں

ہوتی اور نہ ہی ان پر کسی قسم کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اصلاح بالکل ممکن نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص کا ایسا دعوی کرنا کہ اس کا پڑوسی مالدار ہونے کے باوجود اسے کچھ نہیں دیتا۔ پس ایسا شخص اپنے مالدار پڑوسی کے خلاف دعوی کرے کہ اس کو صدقہ یا قرض دینے پر مجبور کیا جائے۔ اس قسم کے دعوے باطل دعوے کہلاتے ہیں کیونکہ ان کی بنیاد حق پر نہیں ہوتی۔

اسی طرح اس شخص کا دعوی جسے شرعی تصرفات کا حق حاصل نہ ہو، یا مردہ، شراب، خنزیر کی قیمت کے مطالبہ کا دعوی کرنا. وغیرہ سب باطل دعوے کہلاتے ہیں۔[26]

ہندومت اور دعوی:

ہندومت میں بھی معاشرے میں عدل وانصاف کے لئے کافی ہدایات جاری کی ہیں۔

مدعی کے حق کی وصولی کے لئے مدعا علیہ کے خلاف طاقت کا استعمال کیا جاسکتا ہے:

اگر مدعی حق پر ہے تو اسے اپنا حق ضرور ملنا چاہئے چاہے مدعا علیہ کے خلاف طاقت کے استعمال ہی کی ضرورت پیش کیوں نہ آئے۔ منودھرم شاستر میں ہے:

> کوئی طریقہ بھی اختیار کیا جائے قرض خواہ کو اپنا مال ملنا چاہئے، چاہے قرض خواہ وصولی کے لئے مقروض کے خلاف طاقت استعمال کرے۔[27]

حق کی وصولی کے لئے وضع کردہ طریقہ کار:

اپنے حق کی وصولی کے لئے ہندومت مدعی کو طریقہ کار بھی بتاتا ہے۔ منودھرم شاستر اس سے آگے مزید لکھتی ہے:

> اس مقصد کے لئے وہ عمومی اصرار، مقدمہ، مؤثر انتظام یا پھر مروجہ طرز عمل اختیار کرے یعنی اپنی رقم کی وصولی کے لئے طاقت برتے۔[28]

بادشاہ، مدعی پر دباؤ نہیں ڈال سکتا:

ہندومت مدعی کو، بشرطیکہ وہ حق پر ہو، یہ حق عطا کرتا ہے کہ قوتِ وقت حق کی

وصولی کی آڑ میں اس پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتی۔ منو دھرم شاستر میں ہے:

قرض دہندہ سے اپنی رقم یا دوسری چیز حاصل کرنے والے قرض خواہ پر بادشاہ (اپنی ملکیت کے حصول کی کوششوں کے حوالے سے) کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتا۔[29]

مدعی کو حق دلوانا بادشاہ پر فرض ہے:

دباؤ ڈالنا تو در کنار، اس کے بر عکس یہ بادشاہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مدعی کو اس کا حق دلوائے۔ منو دھرم شاستر کہتی ہے:

جب بادشاہ کے حضور کوئی قرض خواہ کسی قرض دہندہ کے خلاف دعویٰ دائر کرے تو اس کا فرض ہے کہ قرض دہندہ سے (واجب الاداء قرض) دلوائے۔[30]

مدعی اپنے دعوے کے اثبات کے لئے ثبوت لائے:

اگر مدعا علیہ، مدعی کے دعوے کا انکاری ہو تو اب مدعی پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ عدالت میں گواہ یا کوئی دوسرا ثبوت پیش کرے۔

عدالت میں طلب کئے جانے پر قرض دہندہ ادائیگی سے انکاری ہو تو شکایت کنندہ کو (گواہ) پیش کرنا ہو گا جو (قرض دیئے جانے کے وقت) موجود تھا یا پھر کوئی دوسرا ثبوت پیش کرنا ہو گا۔[31]

مدعی ثابت کرے اور مدعا علیہ انکاری ہو:

اگر مدعی اپنا بر حق ہونا ثابت کرے لیکن مدعا علیہ منکر ہو تو اس صورت میں بادشاہ حق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مدعا علیہ پر جرمانہ بھی عائد کر سکتا ہے۔ منو دھرم شاستر میں ہے:

اگر مؤثر شہادتوں سے قرض کا دینا ثابت ہو جائے اور مقروض انکاری ہو تو بادشاہ قرض خواہ کو ادائیگی اور حالات کے مطابق جرمانے کا حکم دے گا۔[32]

مدعی کے مقدمہ ہارنے کے اسباب:

ہندومت مدعی کے مقدمہ ہارنے کے لئے مختلف اسباب کئے ہیں اس سلسلے میں منودھرم شاستر ایک جامع فہرستِ اسباب فراہم کرتی ہے:

> اگر مدعی کوئی ایسا گواہ پیش کرتا ہے جو موقع پر موجود نہ تھا، یا یہ گواہ اپنے بیان سے پھر جاتا ہے، یا یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے بیانات گنجلک یا باہم متضاد ہیں، یا ثبوت کے طور پر جو بیان دیتا ہے، بعد ازاں اس میں پیش کردہ (اپنے نقطۂ نظر) سے پھر جاتا ہے، یا اپنے بیان پر جرح کئے جانے کے بعد اس پر قائم نہیں رہ پاتا، یا پھر مدعی اپنے گواہ سے ایسی گفتگو کرتا ہے جو اس مقام پر موزوں نہیں، یا پھر وہ کئے گئے سوال کے جواب سے انکاری ہوتا ہے، یا عدالت چھوڑ کر چلا جاتا ہے، یا بولنے کے حکم پر خاموشی اختیار کرتا ہے، اپنا دعوی (الزام) ثابت نہیں کرتا، یا پھر یاد نہیں رکھ پاتا کہ اس نے پہلے کیا کہا اور دوسری بار کیا کہا تھا، اپنا کیس ہار جاتا ہے۔[33]

اسی طرح اگر مدعی کے پاس گواہ تو ہو لیکن قاضی کے طلب کرنے پر پیش نہیں کرتا تو انہی بنیادوں پر اپنا مقدمہ ہار جاتا ہے۔[34]

مدعی بولنے سے انکاری ہو:

اسی طرح اگر مدعی بولنے سے انکاری ہو جاتا ہے تو اسے جسمانی سزا یا قانون کے مطابق جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔[35]

مدعا علیہ:

مدعا علیہ کو ایک مقررہ مدت کے اندر جواب دینا ہوگا:

ہندو قوانین کے مطابق مدعا علیہ کو ساڑھے تین ماہ کے اندر اندر مدعی کے دعوے کا

جواب داخل کرنا ہوگا۔ بصورت دیگر وہ مقدمہ ہار جائے گا۔ منودھرم شاستر میں ہے: "اگر مدعا علیہ تین پندرہواڑوں (ساڑھے تین مہینوں) تک جواب نہیں دیتا تو وہ اپنا مقدمہ ہار جاتا ہے"۔[36]

اگر مدعا علیہ منکر ہو:

مدعا علیہ کے منکر ہونے کی صورت میں اس پر تین برہمن اشخاص کی موجودگی میں عدالت میں مقدمہ چلے گا جنھیں بادشاہ مقرر کرے گا۔ منودھرم شاستر کہتی ہے:

> اگر مدعا علیہ، عدالت میں بلائے جانے اور جرح کئے جانے کے بعد بھی منکر ہو تو اس کے جھوٹ کا مقدمہ تین گواہان کی موجودگی میں بادشاہ کے مقرر کردہ تین برہمنوں کے سامنے چلے گا۔[37]

مدعا علیہ پر جرمانہ:

اگر مدعا علیہ رقم کی ادائیگی کا جھوٹا وعدہ کرتا ہے جسے وہ پورا نہیں کرتا یا بعد ازاں وہ رقم کی ادائیگی سے منکر ہو جاتا ہے تو مقدمہ ہارنے کی صورت میں مدعا علیہ پر اس رقم کا دگنا جرمانہ ہوتا ہے جس سے وہ مکرتا ہے یا جھوٹا وعدہ کرتا ہے۔ منودھرم شاستر میں ہے:

جس رقم کی ادائیگی سے مدعا علیہ مکرتا ہے یا جتنی رقم کی ادائیگی کا مدعا علیہ جھوٹا وعدہ کرتا ہے، بادشاہ اس سے دوگنی رقم کا جرمانہ کذب بیانی کرنے پر عائد کرتا ہے۔[38]

ہندومت اور مقدمات قابلِ دعوی

دعوی، مدعی کے بغیر ٹھیک نہیں:

ہندومت کے مطابق قاضی یا بادشاہ کسی مقدمہ کو ازخود شروع نہیں کر سکتا۔ مقدمہ (دعوی) کے لئے مدعی کا ہونا ضروری ہے۔ منودھرم شاستر میں ہے:

> بادشاہ یا اس کے کسی اہلکار کو مقدمہ ازخود شروع نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی کسی ایسے مقدمہ کو دبانا چاہئے جو (کوئی) دوسرا شخص ان کے (سامنے) لائے۔[39]

ہندومت اور مدعی کے قولِ صادر:

منودھرم شاستر میں جابجا مدعی کے قولِ صادر سے متعلق معلومات بھی موجود ہیں، مثلاً یہ کہ وہ:

1۔ بولنے کے حکم پر خاموشی اختیار نہ کرے۔

2۔ سوالات کے جواب دینے سے انکاری نہ ہو۔

3۔ اپنے گواہ کے ساتھ عدالت میں غیر موزوں گفتگو نہ کرے۔

4۔ اپنی بات یاد نہ رکھ پاتا ہو کہ پہلی بار کیا کہا اور دوسری بار کیا کہا۔

درج بالا صورتوں میں مدعی مقدمہ ہار سکتا ہے اور اسے سزا بھی سنائی جا سکتی ہے۔[40]

مدعابہ سے متعلق درست معلومات:

ہندومت مدعی پر یہ لازم کرتا ہے کہ وہ مدعابہ (مدعویہ شئ) سے متعلق تمام ضروری معلومات درست طریقے سے فراہم کرے یعنی اس میں شامل اشیاء کی تعداد درست ہو، اس کی رنگت، شکل اور جسامت وغیرہ بھی ٹھیک ٹھیک بیان کرنا ضروری ہے۔ منودھرم شاستر میں ہے:

> کسی چیز پر حق ملکیت جتانے والے کے دعوی کا احتیاط سے جائزہ لینا چاہئے۔ اگر وہ چیز کی شکل بیان کر دے اور اس کے مشمولات کی تعداد درست طور پر بتا دے تو وہ مالک ہے اور جائیداد اسے ملنی چاہئے۔[41]

جھوٹے مدعی پر جرمانہ ہوگا:

اگر مدعی دھوکہ دہی، جھوٹ اور فریب سے کام لے تاکہ وہ کسی دوسرے کا مال ہڑپ کر لے تو اسے مدعوہ (جس چیز کا وہ دعوی کر رہا ہے) اسی کے برابر جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔ منودھرم شاستر کہتی ہے:

> لیکن اگر وہ چیز (کے گم جانے) کا مقام، رنگت، شکل اور جسامت درست طور پر نہ بتا سکے تو اسے (مدعویہ چیز) کی (قدر و قیمت) کے برابر جرمانہ ہونا چاہئے۔[42]

خلاصہ کلام:

1- عدالتی امور نمٹانا ایک نہایت مشکل امر ہے اور کوئی بھی فیصلہ کئی مراحل سے گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ جب دو اشخاص یا دو فریقوں کے درمیان کسی چیز پر تنازع ہوتا ہے تو اس وقت میں متعلقہ چیز کسی ایک فریق کے قبضہ میں ہوتی ہے جس پر دوسرا فریق دعوی کر رہا ہوتا ہے۔ پس قاضی یا جج کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ مدعی، مدعا علیہ، دعوی وغیرہ جیسے امور سے اچھی طرح واقفیت رکھے۔ اسی صورت میں وہ صحیح، فاسد اور باطل دعوؤں کے درمیان تفریق کرتے ہوئے مدعی ومدعا علیہ کے درمیان ٹھیک طریقے سے فیصلہ کر سکتا ہے۔

2- ہندومت اور اسلام دونوں اپنے اپنے پیروکاروں کو زندگی کے مختلف مراحل طے کرنے کے لئے ہدایات فراہم کرتے ہیں۔

3- ہندومت اور اسلام دونوں کم از کم اس بات پر متفق ہیں کہ معاشرے میں امن، عدل وانصاف اور مساوات ہو۔ اس سلسلے میں دونوں یہ کوشش کرتے نظر آتے ہیں کہ کوئی کسی کا حق نہ کھائے اور اگر کوئی شخص ایسا کرنے کی کوشش کرے تو حکومتِ وقت ظالم کو ظلم کرنے سے روکے۔

4- لہٰذا دونوں مذاہب انصاف کے قیام کے لئے اپنے ماننے والوں کو مختلف احکامات دیتے ہیں۔ بادشاہ، قاضی، جج وغیرہ کا یہ کام ہے کہ یہ دیکھے کہ کہیں مدعی یا مدعا علیہ ظلم نہ کرے۔ اسی طرح یہ کہ مدعا بہ کے بارے میں جو دعوی کیا جا رہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ظلم کر رہا ہو۔

5- البتہ اسلامی تعلیمات اس حوالے سے زیادہ مفصل اور جامع ہیں اور ان میں کوئی افراط و تفریط نہیں۔

6- اس کے بر عکس ہندو معاشرہ ذات پات پر مشتمل ہے۔ دینی تعلیمات میں اونچی ذات کو نچلی پر برتری حاصل ہے۔ جبکہ اسلام رنگ ونسل، قوم یا رتبہ کو عدل وانصاف پر

اثرانداز نہیں ہونے دیتا، مثلاً گواہی کو ہی لیا جائے تو ہندومت کے مطابق کوئی بھی گواہ صرف اپنی ذات ہی میں گواہی دینا کا اہل ہے، ذات سے باہر نہیں۔ منودھرم شاستر میں ہے: "عورت کی گواہی عورت کے حق میں، اور برہمن، کھشتری، شودر اور کم ذات کی اپنی اپنی ذات کے حق میں گواہی قبول ہو گی"۔[43]

حوالہ جات وحواشی

1. یس: 57
2. یونس: 10
3. المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم، فؤاد عبد الباقی، ط: دار إحیاء التراث العربی، لبنان، مادہ: دعو
4. الموسوعة الفقہیة الکویتیة وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامیة، ط: (من 1404 - 1427 ھ)، الکویت، 270/20، مادة: دعوی
5. لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور الأفریقی المصری، ط1: دار صادر، بیرو، مادة: دعو؛ التعریفات، علی بن محمد بن علی الجرجانی. تحقیق: إبراہیم الأبیاری. ط1: 1405، دار الکتاب العربی، بیروت، مادہ: الدعوی
6. المبسوط، سرخسی، تحقیق: خلیل محی الدین. ط1: 2000ء، دار الفکر، بیروت، 29/ے
7. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، لابی بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانی، ط2: 1986م، دار الکتب العلمیة، بیروت، 222/٦
8. المبسوط، 31/17
9. کشاف القناع، منصور بن یونس الحنبلی. تحقیق: إبراہیم إحمد. ط: دار عالم الکتب، بیروت، 227/4
10. بدائع الصنائع، 159/14، کتاب الدعوی، فصل فی بیان المدعی والمدعی علیہ
11. العنایة شرح الہدایة، إکمل الدین محمد بن محمود. تحقیق: إبو محروس عمرو بن محروس. ط1: 2007م، دار الکتب العلمیة، بیروت، کتاب الدعوی، 155/٣

12 أدب القضاء، ابن أبي الدم، ط: 1391ھ، وزارۃ الأوقاف والشؤون، بغداد، ص 45؛ إدب القاضی، محمود أحمد غازی، ادارۂ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص 259-260

13 الجامع الصحیح سنن الترمذی، محمد بن عیسی إبو عیسی الترمذی السلمی، ط: دار إحیاء التراث العربی، بیروت، کتاب الأحکام عن رسول اللہ، باب ماجاء فی أن البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ

14 مصنف عبد الرزاق، إبو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، تحقیق: حبیب الرحمن الأعظمی، ط2: 1403ھ، المکتب الإسلامی - بیروت، کتاب البیوع، باب البیعان یختلفان

15 سنن الدارقطنی، علی بن عمر الدارقطنی البغدادی، تحقیق: السید عبد اللہ ہاشم یمانی المدنی، ط: 1386ھ، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۰/292

16 أدب القاضی، محمود أحمد غازی، ص 260

17 المقدمات الممہدات، ابن رشد القرطبی، ط1: 1325ھ، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۲/318

18 أدب القاضی، محمود أحمد غازی، ص ۲۶۲

19 الدعاوی والبینات والقضاء، مصطفیٰ دیب البغا والقرشی عبد الرحیم و سالم الراشدی، ط۱: 2006ء، دار مصطفیٰ، القاہرۃ، ص 48 وبعدہ

20 ایضاً

21 أدب القاضی، محمود أحمد غازی، ص 260

22 الدعاوی والبینات والقضاء، ص 48 وبعد

23 ایضاً

24 أدب القاضی، محمود أحمد غازی، ص 260

25 البحر الرائق شرح کنز الدقائق، زین الدین ابن نجیم الحنفی، تصحیح: محمد الزہری الغمراوی، دار المعرفۃ، بیروت، 105/7؛ الدعاوی والبینات والقضاء، ص 48 وبعد

26 الدعاوی والبینات والقضاء، ص40-42

27 منودھرم شاستر. منو. مترجم: ارشد رازی. ط: 2007ء. نگارشات پبلشرز، لاہور، باب ۸، شلوک 48، ص ۱۷۱

28 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 49، ص ۱۷۱

29 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 50، ص ۱۷۱

30 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 51، ص ۱۷۱

31 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک ۵۲، ص ۱۷۱

32 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 51، ص ۱۷۱

33 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 53-56، ص 171-172

34 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 57، ص 172

35 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 58، ص 172

36 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 58، ص 182

37 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 60، ص 172

38 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 59، ص 172

39 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 43، ص 171

40 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 53-56، ص 171-172

41 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 31، ص 170

42 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 32، ص 170

43 منودھرم شاستر، باب ۸، شلوک 68، ص 173